فاتحة الکتاب

تحریر: جناب غلام سرور قریشی
عباس پورہ جہلم

فاتحة الکتاب کی فارسی ''کلیدِ کتاب'' اور اردو ''کتاب کی کنجی'' بنتی ہے۔ وسیع تر معانی میں اسے قرآن مجید کی تمہید، دیباچہ یا مقالہ افتتاحیہ کہا جاسکتا ہے جسے خود کتاب کے مصنف نے تجویز و تحریر کیا ہے۔ یہ ابتدائیہ اتنا مختصر، اتنا جامع اور اتنا دل گداز ہے کہ طالبانِ حق اسے جتنا پڑھتے ہیں ان کا شوقِ تلاوت اور ذوقِ سماعت اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے۔ نمازی اسے پڑھتے سنتے عمریں گزار دیتے ہیں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ صدیوں سے اپنے اربوں، کھربوں بندوں سے دن رات حمد کا یہ ترانہ سن رہے ہیں مگر نہ تو پڑھنے والے تھکتے اور نہ ہی سننے والے رب کریم اکتاتے ہیں۔ اس کی تازگی، ندرت اور جاذبیت سدا بہار ہے۔ پڑھنے والے اس سرود پاک کی حلاوت میں لذت عبودیت کا چٹخارہ پاتے اور سننے والا معبودِ برحق اسے سن سن کر محظوظ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کلام کا بادشاہ ہے فاتحہ ملوک الکلام (کلاموں کی بادشاہ) ہے۔ اسی لئے اس نے اسے شاہکارِ کلام یعنی قرآن ذی شان کے اندر سبع مثانی کے نام سے ممتاز کر کے اپنی الگ عطا فرمایا ہے۔

الفاتحہ معانی کا بحر ناپید کنارا ہے۔ اسلاف و اخلاف نے ہمیشہ ہی اس میں غواصی کی ہے اور فکر و نظر کے گہرہائے آبدار نکالے ہیں جنہیں پا کر دلدادگانِ قرآن پر معانی کے کئی جہانِ تازہ منکشف ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کی احادیث میں بھی اس خزینہ فیض کی برکات بیان ہوئی ہیں۔ اس کے کئی عامل خلوت خانہ قدس میں باریاب ہوتے ہیں۔ اس کا وظیفہ بے شمار لوگوں کیلئے فتوحِ غیبی کا ذریعہ ہے اور اس کے دم سے ہر روز مریض شفا یاب ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ سورہ شفا بھی کہلاتی ہے۔

اسی خزینہ حکمت پر ماہرین قرآنِ حکیم نے درجنوں کے حساب سے تفاسیر لکھ ڈالی ہیں۔ میں نے ان میں سے چند ایک کا اپنی استطاعت کے مطابق مطالعہ کیا ہے اور چاہتا ہوں کہ اس کا خلاصہ اس تحریر میں ہدیہ قارئین کروں۔ اس سورہ کے چار بڑے حصے ہیں۔ ذیل میں ان کی نشاندہی کرنے جارہا ہوں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کا پورا سسٹم اور ڈسپلن بیان کر دیا گیا ہے۔ جن بزرگوں نے الفاتحہ کی تفسیر پڑھی ہے وہ یہ کہنے میں مجھ سے ضرور اتفاق کریں گے کہ اس کی تفسیر پڑھ لینے کے بعد قرآن مجید کی تفسیر اسی اجمال کی تفصیل لگتی ہے۔

الف: ازالحمدتاالرحیم۔اس حصہ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف دوحوالوں سے کی گئی۔یہ دوحوالے ایسے ہیں کہ جمیع حمد وثنا صرف اورصرف واقعی اسی کوزیبا ہے۔پہلا حوالہ ربوبیت کا ہے۔عالمین کا شمار تو ہم سے ہو نہیں سکا اس لئے ہم اس سلسلے میں زبان زد خلائق تعداد یعنی اٹھارہ ہزار کو رواجی طور پر قبول کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ جو انواع ذی روح مخلوق کی ہمیں معلوم ہیں،ان کی تخلیق و پیدائش،ان کی ماحولیاتی ضروریات اوران کی خوراک و بودوباش اتنی متنوع اور مختلف ہے کہ ان سب کا اس مختصر سے کرۂ ارض پر پورا کرنا ایک محیرالعقول کارنامہ ہے جس کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی پورا کرسکتا تھا۔قعر دریا میں پرورش پانے والی مخلوق کو وہاں ایسے طبعی حالات مہیا کرنا،جوان کی حیات کو درکار تھے،پھر وہیں ان کی خوراک بہم پہنچانا اور وہیں ان کی افزائش نسل کا بندوبست کرنا جس رب کا کام ہے، وہ واقعی سب تعریفوں کے لائق ہے۔

دوسرا حوالہ رحمن اور رحیم کا ہے۔وہ اس لئے سب تعریفوں کے لائق ہے کہ اتنے بڑے عالم کا انتظام وانصرام چلانے میں جس تحمل کی ضرورت تھی،وہ صرف اورصرف اسی کو حاصل ہوسکتا ہے۔ہمارا کتا اگر ہم سے باغی ہوجائے اورہم پر جھپٹ پڑے تو ہم ایسے نمک حرام کو فوراً گولی ماردیتے ہیں۔وہ ساری محبت جس سے ہم نے اسے پالا تھا،کافور ہوجاتی ہے مگر یہ رب العالمین ایسے وسیع حلم وتحمل کا مالک ہے کہ اپنے ہی پیدا کئے ہوئے اور اپنے ہی پالے ہوئے بندوں کے دعوائے الوہیت کو بھی برداشت کرتا رہتا ہے،انہیں مہلت دیتا رہتا ہے۔ان کی اصلاح کی تدبیر کرتا رہتا ہے۔اپنے انبیاء کے ذریعے انہیں دعوتِ توبہ دیتا ہے۔وہ ان کی خدائی کو برداشت کرتا رہتا ہے ورنہ کیا تھا جو فرعون ونمرود کی گردن اسی روز دبوچ ڈالتا جس دن انہوں نے یہ بڑا بول بولا تھا۔اسی برداشت کو رحم کہتے ہیں۔اس نے اپنی ذاتِ ستودہ صفات پر رحم کو واجب کرلیا ہے۔وہ ابوجہل اور ابولہب جیسے دشمنانِ دین اورموذیانِ نبیؐ کو بھی مہلت دیتا رہتا ہے کہ نبیؐ کی دعوت شاید قبول کرلیں۔پھر جب ان کا طغیان، اس کے غفران کی ساری حدیں عبور کرجاتا ہے تو ان پر گرفت کرتا ہے مگر گرفت سے پہلے عاد وثمود اور قومِ نوحؑ وقوم لوطؑ کی ساری سرکشی کو دیکھتا ہے اورسب کچھ سے درگزر کرتا رہتا ہے۔اس کا رحم چاہتا ہے کہ وہ انبیا کی دعوت پر کان دھریں۔ان کی طرف انبیاءؑ کو بھیجنا اس کے غایت درجہ رحم کی دلیل ہے۔وہ ان باغیوں پر ہر قیمت پر رحم کرنا چاہتا ہے تاآنوقتیکہ وہ رحم کا استحقاق کھو بیٹھے۔وہ کتنا رحیم ہے۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے ترجمہ: ''(اے نبیؐ) میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں''۔ ذرا لطف و کرم تو دیکھئے ان ظالموں اور گناہ گاروں کو 'عبادی' کہتا ہے۔ سبحان اللہ! وہ کتنا رحیم، رحمان اور شفیق و کریم ہے وہ رب العالمین جو اپنے نافرمانوں کو بھی ''اپنا'' کہتا ہے۔ اسی قدر نہیں بلکہ انہیں اپنی رحمت کی نوید سناتا ہے کہ توبہ کرو تو میری رحمت تم پر چھم چھم برسنے کو تیار ہے۔ اپنے گناہوں پر نظر کر کے میری رحمت سے مایوس نہ ہو جانا۔ میری رحمت کی گھٹاٹپ کھڑی ہے۔ ذرا طلب کر کے تو دیکھو کہ ہم تمہیں کیسے نہال کئے دیتے ہیں۔ ربوبیت کیلئے رحم لازمی تھا۔ ربوبیت کیلئے تحمل ضروری تھا۔ باپ بھی اولاد کی ربوبیت میں شامل ہے۔ اولاد کی غلطی کوتاہی کو معاف بھی کرتا ہے مگر اس کا تحمل بہت جلد تھک جاتا ہے اور اپنی پیاری اولاد کو محروم الارث کر دیتا ہے لیکن وہ ایسا رحمٰن و رحیم ہے کہ اپنے گناہ گار بندوں پر اپنی رحمت کے دروازے اس وقت تک بند نہیں کرتا جب تک ان پر غمراتِ موت ہویدا نہیں ہو جاتے۔ وہ اپنی مخلوق کو اپنی رحمت سے عاق نہیں کرتا۔ وہ کیسا عظیم الشان رب ہے جو ایک ہی قطعہ زمین میں اگنے والی نباتات و اشجار کو ان کی باہم متناقض ضروریات مہیا کرتا ہے۔ کوئٹہ کے سیب کے باغات میں نیم و بکائن کو کڑوا ذائقہ اور سیب کو مٹھاس عطا کرتا ہے، حالانکہ زمین ایک، اس کی تاثیر ایک، آب و ہوا ایک ہے، چونکہ اس کی ربوبیت کامل اور رحمت دائم ہے اس لئے سب تعریفیں اسی کو زیبا ہیں۔ تعریف کے لائق تو وہ معمار بھی تھا جس نے اپنے دستِ پرہنر سے روئے زمین پر کئی تاج محل بنائے تھے۔ وہ خاتونِ خانہ بھی تعریف کے لائق ہے جو اپنی نفاست طبع کے تحت اپنے گھر کو سجاتی ہے۔ وہ مالی بھی تعریف کے لائق ہے جو مٹی میں گلاب اور نرگس اگاتا ہے مگر ان میں سے کوئی بھی سب تعریفوں کے لائق نہیں ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ وہ خاتونِ خانہ خاوند سے لڑتی ہو اور مالی بے نماز ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہمہ صفت موصوف اور نقص سے مبرا ہے۔ اس لئے وہ کماحقہٗ سب تعریفوں کے لائق ہے۔

مجھ سے بارہا ایسے گناہ ہو جاتے ہیں کہ سمجھتا ہوں کہ وہ مجھے ابھی پکڑے گا۔ ابھی سزا دے ڈالے گا یہ احساس جرم ہی شاید اس کے دربار میں توبہ بن جاتا ہے اور مجھے معاف کرتا رہتا ہے۔ یہ اس کا رحم ہے کہ اپنے بدترین دشمنوں یعنی مشرکوں اور کافروں کو اپنا سب سے بڑا انعام یعنی حیات عطا کرتا ہے۔ لوازماتِ حیات دیتا ہے۔ دنیوی جاہ و حشم سے نوازتا ہے اور جب کوئی کافرہ ماں اپنے جاں بہ لب بچے کی سلامتی کیلئے مامتا کے درد میں ڈوب کر دعا کرتی ہے تو اس کی دعا کو قبول کرتا ہے بے شک وہ یہ دعا کسی بتکدہ میں کرتی ہو۔ وہ یہ نہیں کرتا کہ مسلم کی

کھیتی کو اپنی رحمت کے پانی سے تو سیراب کر دے اور کافر کے کھیت کو خشک ہی رہنے دے۔ وہ بے حکموں اور حکم برداروں پر یکساں لطف و کرم کرتا ہے بلکہ بعض اوقات اول الذکر کو موخر الذکر سے زیادہ دیتا ہے کیونکہ اول الذکر کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس کا فرمان سنئے: ''اگر اللہ کے راستے میں تم ان (کافروں سے) لڑو تو انتقاماً ان پر زیادتی نہ کرنا۔ اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا''۔ کافر کو بھی اپنے انصاف سے بہرہ مند رکھتا ہے۔

ب: ﴿مالک یوم الدین﴾ اس میں عقیدہ آخرت کی طرف اشارہ ہے۔ اسی عقیدہ کے تحت انسان میں یہ شعور پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس دنیا میں ذمہ دار بن کر آیا ہے۔ اسے ایک لائحہ عمل دیا گیا ہے اسے اس دنیا سے ایک نہ ایک دن رختِ سفر باندھنا اور حشر کے دن اپنے ہر چھوٹے بڑے عمل کا جواب دینا ہے۔ اسے اپنے کئے کرائے پر سزا و جزا ملنا ہے۔ انسان مانتا اور جانتا ہے کہ یوم دین انصاف کا دن ہے۔ اگر وہ یہاں ظلم و سرکشی اختیار کرے گا تو اسے منتقمِ حقیقی کے دربار میں جواب دہ ہونا ہے۔ دنیا میں اعمال صالحہ کے بدلے میں جنت اور گناہوں پر دوزخ کی سزا ملے گی۔ اس انجام کی تشریح و تفسیر قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔ یہ یقین اسے ذمہ دار بنا کر رکھتا ہے اور وہ اپنے مقصدِ حیات سے ایک لحہ کو غافل نہیں ہوتا۔

ج: ﴿ایاک نعبد و ایاک نستعین﴾ اس میں انسان یہ اقرار کرتا ہے کہ وہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرے گا۔ مدد بھی اسی سے طلب کرے گا۔ غور کر کے دیکھیں تو عبادت و استعانت ایک ہی چیز ہے۔ عبادت کا مفہوم تو سب پر عیاں ہے اور یہ عقیدۂ توحید کا خلاصہ ہے۔ عبادت دراصل ایک وسیع المعنی کلمہ ہے۔ عبادت صرف نماز روزہ کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اصل مفہوم نماز روزہ کے ساتھ اپنی نجی، انفرادی، اجتماعی اور سماجی زندگی میں اس لائحہ عمل پر عمل کرنا ہے جو انسان کو اسوۂ محمدیؐ کی شکل میں دیا گیا ہے۔ اگر کوئی مسلمان نماز روزہ کا پابند ہے مگر اپنے بیٹی یا بیٹے کی شادی اسوۂ محمدیؐ کے الٹ کرتا ہے تو وہ شیطان کی عبادت کرتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ موت فوت کے مواقع پر، اس اسوۂ پاک سے انحراف کرتا ہے یا اپنے فرصت کے اوقات میں فحش مناظر سے لطف اندوز ہوتا ہے یا زکوٰۃ دیتا اور سود کھاتا ہے تو وہ ہوائے نفس کو اپنا الٰہ بنالیتا ہے اور دراصل اللہ کی عبادت میں شیطان کو شریک کر لیتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ اپنی مشکل کشائی اور حاجت روائی کیلئے اللہ کے سوا سے استعانت طلب کرتا ہے تو وہ شرک کا ارتکاب کرتا ہے جو ناقابل معافی جرم ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں اول شرک فی العبادات۔ دوم: اپنا شرفِ انسانی گنوانا۔

اللہ تعالیٰ اس بات کو ہرگز گوارا نہیں فرماتے کہ ان کا بندہ جسے انہوں نے انسانیت کے مقامِ ارفع پر متمکن کیا تھا، اتنا گر جائے کہ اپنے ہی جیسے بندوں سے استعانت طلب کرے۔ان کے سامنے گڑگڑائے۔ان کے قدم چومے یا اپنے ہی ہاتھوں سے مزارات پر قبے بنائے اوران کی دہلیز پر ناصیہ فرسائی کرے قرآن عبادت واستعانت کی گوناگوں تشریحات سے بھرا پڑا ہے۔

د: ﴿اھدنا الصراط المستقیم تا ولاالضالین﴾ اس حصہ میں صراط مستقیم پر چلانے کی دعا اور گمراہوں کے رستے سے بچانے کی التجا ہے، یہ دعا ہر نمازی دن رات میں درجنوں بار کرتا ہے اور تادم آخر کرتا رہتا ہے۔ یہ دعا اتنی اہم اس لئے ہے کہ شیطان ہمیں راہ راست سے ہٹانے اور گمراہی میں ڈالنے کیلئے ہر لمحہ ہمارے پیچھے لگا رہتا ہے۔ وہ گمراہی کے بڑے بڑے حسین جال بچھاتا اور عقائد فاسدہ کی اشاعت کیلئے انہیں بڑے بڑے جاذبِ دل نام دیتا ہے۔ وہ ہر وقت اس کام میں لگا ہے کہ اگر ہم نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور اسوۂ محمدیؐ پر عمل پیرائی سے باز نہ آئیں تو پھر ہم ایسے عقائد اپنالیں جن کے اوپر اعمال کی کوئی ایسی عمارت کھڑی ہی نہیں ہوسکتی جو اسوۂ کامل کا عکس پیش کرتی ہو اور عنداللہ محمود ہو۔شیطان اپنا یہ حربہ ان نیکوکاروں پر استعمال کرتا ہے جو عبادات میں پگھل جاتے ہیں۔خشیت اور للٰہیت میں عمریں گزار دیتے ہیں اور شیطان ان کے عقائد کے فساد اور اس کے نتیجے میں ان کے اعمال کی بربادی پر بغلیں بجاتا ہے۔ وہ گھیر گھیر کر بندوں کو دربارِ الٰہیہ سے نکالتا اور ماسوا اللہ کے درباروں میں کھڑا کرتا ہے۔اس لئے ہم دن رات سیدھی راہ کی طلب اور غلط راہ سے بچائے جانے کی دعا کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ فاتحہ شریف کے یہ چار ابواب ہی ہیں جن کی تفصیل قرآن پیش کرتا ہے اس لئے اسے بجا طور پر کلید قرآن کہا جاسکتا ہے۔ہم اپنے محترم قارئین کی خدمت میں فاتحہ شریف کی عظمت کا بیان یوں کریں گے کہ اسے قرآن کے اوپر ایک الگ انعام اور سبع مثانی کے نام سے ممیّز کیا گیا ہے، اور فاتحہ شریف کی دربار الٰہیہ میں یہ شان ہے کہ اس کے پڑھے بغیر کوئی سری، کوئی جہری، کوئی فرض، کوئی سنت، کوئی نفلی نماز، کیا امام اور کیا مقتدی کی، سفر میں، حضر میں، کیا استسقاء اور کیا نماز جنازہ، ہو ہی نہیں سکتی۔حضور ﷺ کی زبانِ وحی ترجمان کا یہ ارشاد اس حکم پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے: (لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب) والحمد للہ رب العالمین